REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.2331(UIF)
UGC APPROVED JOURNAL NO. 48514
VOLUME - 7 | ISSUE - 2 | NOVEMBER – 2017

ہندو ذولسانی شعراء پر ایک نظر

ڈاکٹر بسم اللہ خان
جی۔این۔اے کالج بارسی ٹاکلی،
اکولہ (مہاراشٹر)

ملخص:

ترکوں کے استحکامِ حکومت کے بعد طویل عرصے تک ہندستانی، فارسی سے بیگانہ رہے۔لیکن جب ٹوڈرمل نے اسے ملازمت سے جوڑ دیا تو وہ باقاعدہ فارسی سیکھنے لگے اور اس زبان میں ادب بھی تخلیق کرنے لگے۔اردو کا رواج بڑھنے کے بعد انھوں نے اردو میں بھی دادِ سخن دی۔مغلوں کے آخری زمانے میں بیشتر شعراء ذولسانی ہوا کرتے تھے۔ہندو شعرا اس سے مستثنیٰ نہیں رہے۔ انگریزوں کی آمد کے بعد فارسی کا چلن کم ہوا اور ہندو تعلیم یافتہ طبقے کا رجحان انگریزی کی طرف ہوگیا۔نیز سیاسی مفادات کی خاطر ہندوؤں اور مسلمانوں میں خلیج حائل کردی گئی۔ہندوؤں کا اردو سے بھی لگاو کم ہوگیا۔لیکن اٹھاریں، انیسویں صدی میں ہندو شعرانے جو ادبی معرکے سر کیے وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ان کا مطالعہ ادب کے طالب کے لیے ناگزیر ہے۔

آج عہد وسطیٰ کا ادبی مطالعہ اس لیے بھی نہایت ضروری اور مفید ہے کہ اس سے ہندستان میں نفرت کی سیاست سے لگاتار بڑھتی دوریوں کا بڑی حد تک تدارک ہوسکتا ہے۔اس مقالہ میں قابلِ ذکر ہندو ذولسانی شعرا کا تعارف کرایا گیا ہے۔

تمہید:

عہدِ وسطیٰ، ہندستان کی تاریخ کا وہ سنہری باب ہے جس عہد میں دو عظیم تہذیبیں ملیں اور کئی شاہکار وجود میں آئے۔ان سب میں ایک بڑی اور شاندار یادگار، زبانِ اردو بھی ہے۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ہندستان پر ترکوں کی حکومت قائم ہوئی اور یہاں فارسی کو باقاعدہ رواج حاصل ہوا۔ابتدا میں سرکاری کام فارسی کے ساتھ علاقائی زبانوں میں بھی انجام دیے جاتے رہے۔رفتہ رفتہ فارسی کا حلقۂ اثر بڑھتا گیا۔سکندر لودھی نے ہندوؤں کی فارسی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔محکمۂ مال گزاری، ابتدا ہی سے ہندوؤں کے لیے مخصوص رہا تھا لیکن سوریوں کے عہدِ حکومت میں ہندوؤں کو دوسرے محکموں میں بھی عہدے ملنے لگے۔عہدِ اکبری میں ٹوڈرمل نے فارسی کو دفتری زبان بنادیا لہٰذا تعلیم یافتہ ہندو ملازمت کے لیے بڑے پیمانے پر فارسی کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے۔اکبر کے زمانے سے مشترکہ مکاتب کا دستور قائم ہوا۔رفتہ رفتہ ہندوؤں میں فارسی کا رواج اس حد تک بڑھا کہ انھوں نے فارسی میں ادب کی تخلیق بھی شروع کردی۔ہندوؤں میں

فارسی میں دادِ سخن دینے والوں میں کایستھ برہمن اور کشمیری پنڈت سب سے آگے رہے ہیں۔

ہندوؤں میں فارسی ادب: سید عبداللہ نے اپنی کتاب 'ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ' میں ہندوؤں کے فارسی ادب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور عہد اکبری سے شروع ہوتا ہے جس میں تصانیف کی ابتدا ہوئی۔ اس زمانے میں تصنیفی قابلیت کی کمی کی وجہ سے بہت کم کتابیں لکھی گئیں۔ دوسرا دور جہانگیر کے سنہ جلوس سے لے کر شاہجہانی عہد کے اوائل بلکہ وسط تک ممتد ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ہندو اپنی مذہبی کتابوں کو فارسی میں منتقل کرتے ہیں۔ تیسرا دور عالمگیر کے زمانے سے لے کر مغلوں کے انحطاط پر ختم ہوتا ہے۔ یہ زمانہ بہترین زمانہ ہے۔ اس میں تاریخ، انشاء، شاعری، اور دیگر علوم وفنون پر بے شمار اعلا کتابیں ہندو اہل قلم نے لکھیں۔ اعلا لغت نویس، فارسی کے ماہر اور قابل سیاق داں پیدا ہوئے۔ چوتھا دور مغلوں کے انحطاط سے لے آج تک ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ لہٰذا ہم چوتھے دور کو آزادی ہند تک محدود کر سکتے ہیں۔

ہندوؤں میں اردو کی جانب رجحان: منشی دیبی پرشاد بشاش کے مطابق جب اردو میں تخلیقی ادب کی ابتدا ہوئی تو مسلم شعرا کی بہ نسبت ہندو شعراء نے اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی اور زیادہ تر فارسی ہی میں تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے۔ مثلاً منشی ہرگوپال تفتہ جو غالب کے دوست تھے، انھوں نے فارسی ہی میں شعر کہے، اردو میں نہیں۔ لیکن بعد میں ہندو شعرا اردو کی طرف راغب ہوئے اور انھوں نے اردو میں بھی اعلا ادب تخلیق کیا۔ فطری طور پر اس دور میں بیشتر شعرا ذولسانی ہوا کرتے تھے۔ وہ بیک وقت فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اس مقالہ میں ایسے ہی باکمال ذولسانی ہندو شعرا کا تذکرہ مقصود ہے۔

ابتدائی ہندو ذولسانی شعراء

منشی ولی رام ولی: اردو کا پہلا ہندو شاعر، شاہجہاں کے زمانے کا، منشی ولی رام متخلص بہ ولی مانا جاتا ہے۔ یہ کایستھ برہمن دارا شکوہ کا مشیر خاص تھا اور شاہجہاں آباد کا باشندہ تھا۔ عربی، فارسی اور اردو میں اسے مہارت تامہ حاصل تھی۔ لہٰذا تینوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ دیبی پرشاد بشاش نے اپنی کتاب میں ولی کی غزل کے تین شعر پیش کیے ہیں۔ یہ خسرو کی طرز کی غزل ہے۔ اس کا مصرع اولی فارسی اور مصرع ثانی اردو میں ہے۔

تو مہمان آمدی اینجا شدی خود خانۂ خاوند
تو اپنے آپ سے بھولا کسی کو نہ پچھانا ہے
شراب سرخ می نوشی اجل کردی فراموشی
مردن کو دور مت سمجھو عجب یہ نک بہانا ہے

رائے آنند رام مخلص: رائے آنند رام مخلص، سودھرہ (ضلع سیالکوٹ) کا کھتری تھا۔ محمد شاہ کے زمانے میں وزیر اعتمادالدولہ کا وکیل تھا۔ بعد میں سیف الدولہ عبدالصمد خاں صوبۂ لاہور وملتان کے وکیل کی حیثیت سے بھی مصروف کار رہا۔ اس کی خدمات کی بدولت اسے رائے رایان کا خطاب عطا ہوا تھا۔ ۱۱۶۴ھ میں انتقال کیا۔ شاعری میں پہلے مرزا بیدل سے اصلاح لی۔ پھر خان آرزو سے مشورۂ سخن کرتا رہا۔ مخلص وہ پہلا ہندو فارسی شاعر ہے جو فارسی زباندانوں کے اشعار پر تنقیدی خیالات کا اظہار کرتا تھا۔ فارسی کلام کی مثال:

حقوق صحبت گل بر تو بسیار است ای بلبل
مبادا از چمن غافل درا یام خزان باشی

مخلص کا اردو کلام ملاحظہ ہو:

آتا ہے ہر سحر اٹھ تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو

مہاراجہ رام نرائن موزوں: مہاراجہ رام نرائن موزوں عظیم آبادی (متوفی ۱۱۷۷ھ) گرامی امیر اور پٹنہ کا حاکم تھا۔ شعراء کا قدردان تھا۔ فارسی شاعری میں شیخ علی حزیں سے اصلاح لیتا تھا۔ موزوں خاص فارسی کا شاعر تھا۔

محروم ماند از تو لب تشنۂ حسین
اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

لیکن اردو میں بھی شعر کہے۔ اردو کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ابر ہو گا تو خجالت ستی پانی پانی
مت مقابل ہو مرے دیدۂ خونبار کے ساتھ

رائے سرب سنگھ دیوانہ: رائے سرب سنگھ دیوانہ (متوفی ۱۲۱۴ھ) مہاراجہ رام نرائن موزوں کا بھانجہ تھا اور فارسی اور اردو میں مہارت کے ساتھ شعر کہتا تھا۔ فارسی سے زیادہ رغبت تھی لہذا فارسی کے چار دیوان مرتب کیے۔ فارسی کے کلام سے ایک شعر بطور مثال:

از جفایت تا بکی از دیدہ خوں بارد کسی
آخر اے جان کسی رحمی کہ جاں دارد کس

رائے سرب سنگھ دیوانہ، اردو کا غالبًا وہ پہلا باکمال ہندو شاعر ہے جس نے استاد کا مرتبہ حاصل کیا۔ موزوں کے کئی شاگرد ہوئے۔ ایک شاگرد جعفر علی حسرت تھے جن کے معروف شاگرد جرأت ہوئے ہیں۔

جان پر آ بنی ہمدم مری خاموشی سے
بات کچھ بن نہیں آتی ہے اب اظہار بغیر
دل سدا تڑپے ہے میرا مرغ بسمل کی طرح
یا کہ سیکھی مرغ بسمل نے مرے دل کی طرح

پنڈت امرناتھ ہالوآشفتہ: پنڈت امرناتھ ہالوملقب بہ ملک الشعرا کا وطن دہلی تھا۔ملتان میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔خدا بخش خان تنویر دہلوی کے شاگرد تھے۔فارسی میں دیوان مرتب کیا۔اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔[11]

ان ابتدائی شعرا کے بعد ملک کے مختلف خطوں سے چند باکمال ہندوذولسانی ہندوشعرا پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے۔

کشمیر:

کشمیر میں صاحب علم اور اہل علم کے قدردان سلطان زین العابدین نے خصوصی طور پر کشمیری برہموں کی دلجوئی کی اور ان میں فارسی کو رائج کر کے انھیں اعلامناصب عطا کیے۔اور اس بات کی کوشش کی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے بیچ بہتر تعلقات استوار ہوسکیں۔کایستھ برہموں کے بعد فارسی میں غیر معمولی استعداد حاصل کرنے والے کشمیری برہمن ہیں۔انھوں نے فارسی کے ساتھ اردو میں بھی اعلیٰ تخلیقی ادب تخلیق کیا۔چند کشمیری ذولسانی ہندوشعرا کا تعارف پیش ہے۔

پنڈت ہری ہرناتھ متوعاصی: رائے بہادر پنڈت ہری ہرناتھ متوعاصی ۱۱۹کتوبر۱۸۷۴ء کو پیدا ہوا۔کشمیر سے تعلق رکھتا تھا۔اس کے اجداد نواب شجاع الدولہ بہادر کے زمانے میں لکھنؤ آ کر آباد ہوئے۔تعلیم لکھنؤ میں پائی۔۱۸۹۳ء میں کیننگ کالج سے بی اے کیا۔بعدازاں ملازمت شروع ہوئی۔اولاً سررشتہ کورٹ آف وارڈس بریلی میں رہا۔۱۹۰۱ء میں ڈپٹی کلکٹر اور ۱۹۲۳ء میں عہدۂ کمشنری پر فائز ہوا۔گورنمنٹ عالیہ ہند کی جانب سے رائے بہادر کا خطاب ملا۔۱۹۲۷ء میں پنشن پائی۔دونوں زبانوں میں شاعری کرتا تھا۔

ہم کو صورت نہ دکھاتے نہ دکھاتے لیکن
غیر سے بھی تو نہ در پردہ اشارے ہوتے
جذبہ اتنا تو اثر تونے دکھایا ہوتا
ہم تو ان کے تھے مگر وہ بھی ہمارے ہوتے

اے ابر رحمت بر من نگاہے
پیہم نہ داری باشد کہ گاہے

تو شاہِ شاہاں من مودِ بے پر
عاجز و خستہ چون پرّہ کاہے

رائے سیتارام عمدہ: رائے پنڈت سیتارام عمدہ ولد زندہ رام موبد کشمیری الاصل تھا۔ والد کے ساتھ الہ آباد آ کر آباد ہوا۔ محض ۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ عمدہ کے فارسی دیوان میں دس ہزار شعر موجود ہیں۔ دیوان ان کی وفات کے بعد اس کے والد نے مرتب کیا۔ اور بیٹے کے غم میں چھ ماہ بعد ہی وفات پائی۔ عمدہ کے دونوں زبانوں میں شعر موجود ہیں۔

مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وہ سرو گل اندام پہنچے گا
خراب مجھ کو نہ کر جان آشنا کہہ کر
برا کرے ہے کسو سے کوئی بھلا کہہ کر

لکھنؤ:

پنڈت دیا شنکر نکو نگار لکھنوی: پنڈت تکوک چند صاحب نکو کا فرزند تھا۔ فارسی میں مرزا ناطق مکرانی کے اور اردو میں خواجہ آتش کی شاگردی اختیار کی۔ ضلع گونڈہ کی سررشتہ داری پر تقرر رہا۔ بلرام پور کے مہاراجہ نے اسے اپنی ریاست میں لے کر افسر منشی خانہ مقرر کیا۔ مہاراجہ کے انتقال کے بعد مہارانی مشیر خاص کا عہدہ دے دیا تھا۔ کلام میں سلاست اور لطافت زبان پایا جاتا ہے۔ صاحب دیوان شاعر تھا۔

سودا ہے اپنی آنکھ کو چشم سیاہ کا
خارِ مژہ میں الجھا ہے دامن نگاہ کا
جب شب فرقت میں دھوکے سے چلی آتی ہے نیند
آنکھوں کے ڈھیلوں سے کیا کیا ٹھوکریں کھاتی ہے نیند

☆

مانند بآسماں دل پر اضطراب ما
داغ فراق یار بود آفتاب ما
بسکہ ما گوشہ نشینیم بخمخانۂ عشق
ہوش از مغز فلاطوں برد افسانۂ ما

پنجاب:

پنڈت سروپ نرائن ایمن:

پنڈت سروپ نرائن رینہ پنڈت بشن نارائن رینہ رئیس امرتسر کا بیٹا تھا۔۱۸۹۹ء میں فارغ التحصیل ہو کر ۱۹۰۱ء میں اعلا تعلیم کے لیے لندن پہنچا۔اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔دیوان شائع ہو چکا ہے۔[۱۵] فرخی کے مشہور قصیدۂ بہاریہ کی زمین میں غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

خوشا دلی کہ داشتم بہ صحبت نگار ھا
سرور ھا سرود ھا ھوای جویبار ھا
برای تو دمیدہ گل زبھر تو رمیدہ بو
بیك بھار حسن تو نثار صد بھار ھا

حیدرآباد:

راجہ گردھاری پرشاد باقی حیدرآبادی:

راجہ گردھاری پرشاد کا وطن چھپرا مئو ہے۔آصف جاہ کے زمانے میں ان کے اجداد حیدرآباد دکن منتقل ہو گئے تھے۔اور ریاست کے اعلا مناصب پر فائز ہوتے رہے۔باقی کی پیدائش حیدرآباد ہی میں ہوئی۔اعلا تعلیم کے بعد سرکاری عہدے پر فائز ہو گئے۔ ادب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد شعر گوئی کا آغاز کیا۔اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں نہایت شستہ اور پاکیزہ اشعار کہے ہیں۔حضرت شمس الدین فیض کی شاگردی اختیار کی۔کلام کا موضوع متصوفانہ ہے۔ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔غزلوں میں تغزل بھی موجود ہے۔قصائد بھی خوب ہیں۔رباعیوں میں اخلاقی مضامین بیان ہوئے ہیں۔۱۳۰۹ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

بہ بستان نرگس شھلا بہ شوخی دیدہ می بازد
تو نیز از خواب شو بیدار و چشم سرمہ سا بکشا
بس ای صیاد رحمی کن بھار آمد رھایی دہ
چنین باب قفس را بند داری تا کجا بکشا

آگ دیتا ہوں جگر کو دل سے
حق ہمسایہ ادا کرتا ہوں

مہاراجا کرم وجود:

علم دوست تھے۔ شعرا و علماء کی قدردانی کرتے اور ان کی سرپرستی بھی کرتے تھے۔ نہ صرف ہندستان بلکہ ایرانی شعرا بھی ان کے دربار میں موجود تھے۔ اونچی اونچی تنخواہیں پاتے تھے۔ تقریباً ۳۰۰ شاعر تھے۔ کسی کی تنخواہ ۲۰۰ سے کم اور ۱۰۰۰ سے زائد نہ ہوتی تھی۔ سخن فہم اور سخن سنج کامل تھے۔ کلام سنجیدہ اور مضامین شگفتہ ہیں۔ آپ کے تین دیوان ہیں۔ ایک فارسی میں اور دو اردو میں۔ علمی و ادبی اور مذہبی محفلیں منعقد کرتے اور اسرار و رموز سمجھتے اور ان پر اظہار خیال کرتے۔ علم نجوم سے بھی دلچسپی تھی۔ ۷ ربیع الآخر ۱۲۶۱ھ کو ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

۵۰ برس پیشکاری کے عہدے پر فائز رہے۔ عشرت کدۂ آفاق کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ اس میں اپنے خاندان کے حالات تحریر کیے۔ چند حکایتیں بھی بیان کیں اور ہر حکایت کے آخر میں ایک شعر لکھا جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ سر ہنری رسل نے ۱۲۲۴ھ سے ۱۲۳۴ھ کے زمانے میں اپنے قیام کے دوران، مہاراجہ کے حالات زندگی لکھے ہیں۔

نہ چون بیداد گرے داد بود پیشۂ ما
کہ پی دفع ستم کار کند شیشۂ ما
دست تو نازک است و دلم جوش می زند
بهر نگار دست حنا می نرستمت

☆

صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی
نخوت کو فف اسی نے سر رنداں سے نکالا
دل کو جب تک نہ کچھ علاقہ ہو
کوئی لکھتا ہے بے سبب کاغذ
دل کو سمجھ رہا ہوں میں دلدار کی متاع
اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع

مزید ذولسانی شعرا کے نام:

۱۔ منشی بنواری لعل مشتاق ۲۔ پنڈت شیوناتھ کول شاکر ۳۔ راجہ کشن پرشاد ۴۔ پنڈت امرناتھ ہالو آشفتہ
۵۔ پنڈت سروپ نارائن ایمن ۶۔ مہاراج کشن مدن صاحب ۷۔ رائے سیتارام عمدہ ۸۔ پنڈت برج کشن گجور

۹۔ پنڈت جوالا پرشاد آزر　۱۰۔ پنڈت جوالا ناتھ آگہ　۱۱۔ الفتی راجہ پیارے لعل عظیم آبادی　۱۲۔ رائے امانت رائے

۱۳۔ پنڈت موتی لعل بسمل　۱۴۔ دیوی پرساد بشاش　۱۵۔ بندرابن　۱۶۔ منشی ٹیک چند بہار

۱۷۔ منشی بال مکند بے صبر　۱۸۔ راجہ جسونت سنگھ پروانہ　۱۹۔ لالہ ٹیک رام تسلی　۲۰۔ جگل کشور

۲۱۔ سیوارام جوہر　۲۲۔ رائے جواہر سنگھ جوہر　۲۳۔ پنڈت رتن لعل کیبر　۲۴۔ پنڈت جگموہن ناتھ ہلو

۲۵۔ رام دیال راحت　۲۶۔ زورآور سنگھ رسوا　۲۷۔ کھیم نارائن رند　۲۸۔ منشی میڈو لعل زار

۲۹۔ برہمچاری پرم آنند زاہد　۳۰۔ راج بہادر زخمی　۳۱۔ رام دیال سخن　۳۲۔ لالہ جوالا ناتھ سعد

۳۳۔ منشی ساون لعل شاداں　۳۴۔ رام سیوک شگرفی　۳۵۔ پنڈت نرائن داس ضمیر　۳۶۔ رام سہائے عزیز

۳۷۔ رائے عزت سنگھ عیش　۳۸۔ منشی موتی لعل گوہر　۳۹۔ منشی رام سیوک گہربار　۴۰۔ منشی بھگوان دیال

۴۱۔ پنڈت برج کشور　۴۲۔ منشی کنور مدہوش　۴۳۔ موہن لعل صنم　۴۴۔ منشی کالکا پرشاد موجد

۴۵۔ موجی رام موج　۴۶۔ گنگا بشن گنگا　۴۷۔ منشی منسا رام ناتواں　۴۸۔ منشی درگا پرساد نادر

۴۹۔ منشی سدا سکھ نثار　۵۰۔ راجہ نول رائے وفا　۵۱۔ لکھمی چند خلیفہ　۵۲۔ منشی کیول رام ہوشیار

۵۳۔ اجودھیا پرشاد افسر　۵۴۔ پنڈت رام جی تمکین [18]

نتیجہ:

ہندو شعرا نے تقاضائے وقت کو لبیک کہا اور ایک غیر ملکی زبان فارسی سیکھی اور محض ملازمت کی ضروریات تک محدود نہ رہتے ہوئے اس میں اہل زبان کی طرح مہارت حاصل کی۔ نیز کشمیری، پنجابی، بنگالی زبان داں ہونے باوجود اردو کو اپنی مادری زبان کی طرح اپنا لیا۔ اردو میں ہندو شعرا کی قادر الکلامی، پختگی اور روانی طبع قابل داد ہے۔ افسوس کہ انگریزوں کی آمد سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ صدیوں کی تمدنی اور معاشرتی جدو جہد کے بعد نکھری اردو کو، جس میں سب کا خونِ جگر شامل ہے، آج مسلمانوں سے جوڑ کر اس کے ساتھ انتہائی ظلم کیا جا رہا ہے۔

بہر کیف عہد وسطیٰ کے اواخر کی اس شاندار ادبی تاریخ کا ہمارے مطالعے میں رہنا نہایت ضروری ہے کہ اس سے ہمارے ملک کے بہتر حال اور روشن مستقبل کی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

گاهی گاهی باز خواں این قصهٔ پارینه را

ماخذ:

۱۔سید عبداللہ (۱۹۹۲ء اشاعت سوم) ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی، ص:۲۸۲-۸۳

۲۔منشی دیبی پرشاد بشاش (ستمبر ۱۸۸۵ء)، تذکرۃ الشعرائے ہنود، حصہ دوم، بھوپال، ص:۱

۳۔منشی دیبی پرشاد بشاش، ص:۱۳۱

۴۔سید عبداللہ، ص ۱۵۰۔۱۵۸

۵۔منشی دیبی پرشاد بشاش، ص:۱۱۹

۶۔سید عبداللہ، ص ۲۰۶

۷۔منشی دیبی پرشاد بشاش، ص:۱۲۵

۸۔سید عبداللہ، ۲۱۳

۹۔منشی دیبی پرشاد بشاش، ص:۱

۱۰۔ایضاً، ص:۵۵

۱۱۔سرہنگ خواجہ عبدالرشید (اکتوبر ۱۹۶۷ء) تذکرہ شعرائے پنجاب، اقبال اکادمی، کراچی، ص:۳۳

۱۲۔پنڈت برج کشن کول بے خبر، پنڈت جگموہن ناتھ شوق (۱۹۳۲ء) تذکرہ شعرائے کشمیری پنڈتاں المعروف بہار گلشن کشمیر، انڈین پریس لمیٹیڈ، الہ آباد، ص:۳۸

۱۳۔ایضاً، ص:۵۳

۱۴۔ایضاً، ص:۱۰۴

۱۵۔سرہنگ خواجہ عبدالرشید، ص:۶۵

۱۶۔مولوی عبدالجبار خاں ملکاپوری (۱۳۲۹ھ)، محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن، حیدرآباد، ص ۳۱۲ تا ۳۱۵

۱۷۔ایضاً، ص:۵۴

۱۸۔منشی دیبی پرشاد بشاش، ص:۱-۱۴۸